اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یوں لگتا ہے نو آزاد وسط ایشیائی ریاستوں میں سلامتی سے متعلق ترجیحات میں بنیادی تبدیلیاں وقوع پذیر ہو رہی ہیں، جن کے نتیجے میں ۱۹۹۲ء میں آزاد ممالک کی دولت مشترکہ (سی آئی ایس) میں شامل ۹ ممالک کے مابین طے پانے والے "اجتماعی سلامتی" سے متعلق معاہدے کا مستقبل مخدوش نظر آنے لگا ہے۔ ازبکستان نے جو ماضی میں آزاد ممالک کی دولت مشترکہ کی بیرونی سرحدات کے تحفظ کے لیے 'مشترکہ' فوجی دستوں کی تعیناتی کے سلسلے میں روسی فیڈریشن کا اہم ترین شریک کار رہا ہے، اجتماعی سلامتی کے مذکورہ معاہدے سے رسمی طور پر کنارہ کشی اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تاشقند کے حکمران حلقوں میں یہ احساس جڑ پکڑنے لگا ہے کہ تاجکستان میں روسی امن دستوں کی مسلسل موجودگی خطے سے متعلق ماسکو کے جارحانہ عزائم کی علمبردار ہے۔

اس پس منظر میں ۷ اپریل کو دوشنبے میں تاجکستان اور رشین فیڈریشن کے مابین طے پانے والے فوجی تعاون سے متعلق سمجھوتے پر تاشقند کے حکمران حلقوں میں شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا۔ ازبک صدر اسلام کریموف کے مطابق "ایسے وقت میں جبکہ تاجک متحارب گروپوں میں معاہدہ امن پر دستخط ہو چکے ہیں اور اس معاہدہ پر عمل درآمد کا سلسلہ بھی جاری ہے، روسیوں کی طرف سے تاجکستان میں اپنی فوجی موجودگی کو دوام دینے کی کوششیں انتہائی خطرناک صورت حال کی نشاندہی کرتی ہیں"۔ کریموف کا کہنا ہے کہ ماسکو "خطے پر از سر نو اپنا ہمہ جہتی تسلط قائم کرنے کی راہ پر گامزن ہے"۔

رشین فیڈریشن کی طرف سے سابق سوویت ریاستوں کے سیاسی، اقتصادی اور عسکری

انضمام کے لیے ہونے والی کوششوں پر صدر کریموف کا یہ ردعمل کچھ زیادہ تعجب خیز نہیں تھا۔ پچھلے کچھ عرصہ سے وسط ایشیائی دارالحکومتوں میں بالعموم اور تاشقند میں بالخصوص یہ محسوس کیا جانے لگا ہے کہ ماسکو ان کی آزادی اور استقلال کو سبوتاژ کرنا چاہتا ہے۔ ازبکستان نے پچھلے سال کے آواخر میں تاجک-افغان سرحدات پر تعینات سی آئی ایس امن دستوں میں شامل اپنے فوجی دستوں کو واپس بلا لیا تھا۔ تاشقند ''طالبان خطرے'' سے متعلق روسی منطق کو بھی مزید تسلیم کرنے پر تیار نظر نہیں آتا ہے۔ اس کے برعکس ازبک حکام افغانستان میں ''طالبان حقیقت'' سے کسی نہ کسی درجے میں مفاہمت کے حصول کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں۔ طالبان حکومت کے بارے میں دیگر وسط ایشیائی دارالحکومتوں کے مواقف میں بھی پچھلے کچھ عرصہ سے اسی نوعیت کی تبدیلی کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ امید ہے کہ خطے کی دارالحکومتوں کے مواقف میں یہ مثبت تبدیلی افغان مسئلہ کے حل میں معاون و مددگار ثابت ہوگی۔

اسلام آباد، تہران اور کابل کو بھی اس مثبت تبدیلی سے فائدہ اٹھانے کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔ وقت آ پہنچا ہے کہ موخرالذکر تینوں برادر ممالک وسیع القلبی اور کشادہ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے زیادہ لچک دار مؤاقف اختیار کریں اور خطے کے وسیع تر مفاد میں افغان تنازعہ کے حل کے لیے پُرخلوص اور سنجیدہ کوششوں کا آغاز کریں۔ بصورت دیگر خدشہ ہے کہ بیرونی طاقتوں اور ان کے 'نمائندہ اداروں' کو افغانستان پر اپنی مرضی کا حل مسلط کرنے کی غرض سے ''سازگار حالات'' پیدا کرنے سے نہیں روکا جا سکے گا۔

محمد اسلم خان